OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

مولانا بہاؤالدین بہائی اور ان کے افکار
Mawlānā Bahā-ud- Bahā'ī and his Thoughts

Talib Hussain Khokar
M. Phil Scholar, Department of Urdu Shah Abdul Latif University Khiarpur, Sindh, Pakistan
Karam Ali
M. Phil Scholar, Department of Urdu, University of Karachi, Sindh, Pakistan

Abstract
People with great imagination can born anywhere in the world. *Mawlānā Bahā-ud- Bahā'ī Pitāfi* is one such example. He was born in 1238 AH in Ghotki, district of Sindh. He got his education from Syed Ali Akbar Shah in a madarsa. He got married and had 6 children. He learned Arabic and Persian there and began teaching in the same institution. After that, he kept on teaching in far off places, but, ultimately, he settled in a village called Dad Laghari. He was one of the greatest sufi poets of his time. People often confuse him with Persian "Bahai baha ul din". But he is totally a different poet. It is his distinction that he is the first urdu poet of Ghotki. His poetry is full of peculiarities. He adores human beings in various ways and considers them the path to God.
Key Words: Sufi Poet, First Urdu Poet of Ghotki, Peculiarities Poetry, *Mawlānā Bahā-ud- Bahā'ī Pitāfi*

تمہید
مولانا بہاؤالدین بہائی ۱۲۳۹ھ کو ضلع گھوٹکی کے گاؤں نصیر کوٹھی کے نزدیک پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام جلال الدین پتافی تھا۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ میں مولوی سید علی اکبر شاہ سے حاصل کی، وہیں سے عربی اور فارسی کی مکمل تعلیم حاصل

CC BY

کرنے کے بعد آپ نے اس مدرسے میں جو جامع مسجد بھی تھا وہاں درس و تدریس کے عمل میں مشغول رہے۔ اس کے بعد درس و تدریس کی خدمات کے سلسلے میں تعلقہ کندھ کوٹ کے گاؤں ہیبت شہید میں سید رمضان شاہ کے مدرسے سے منسلک رہے۔ اس کے بعد ضلع کے مختلف مدارس میں درس و تدریس کی خدمات دیتے رہے۔ مولانا بہاؤالدین بہائی کا درس و تدریس کا سلسلہ کافی طویل ہے مگر آخر میں وہ داد لغاری کے قریب اپنے گاؤں مولوی بہاؤالدین بہائی میں عمر کی آخری سانس تک درس و تدریس سرانجام دیتے رہے ۱۳۹۷ھ میں اپنی حقیقی مالک سے جاملے۔

> "مولانا بہاؤالدین بہائی پتافی حضرت حافظ محمد صدیقؒ کے ہمعصر تھے اور اکثر خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ اعلیٰ درجے کے فارسی شاعر تھے اور اکثر آنا جانا پیر جو گوٹھ پیر پاگارے کے پاس رہتا تھا۔ [1]

مولانا کے پیر طریقت

مولانا بہاؤالدین بہائی پتافی طریقت میں خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف کے مرید تھے۔ اس عقیدت اور محبت کا اُن پر بہت گہرا اثر ہوا۔

> "وہ اپنے وقت کے اعلیٰ شاعر تھے۔ زیادہ تر کلام فارسی میں طبع ہوا ہے، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کے مطابق ایران کا بہائی بہاؤالدین عاملی تھا اور سندھ کا بہائی، مولانا بہاؤالدین بہائی بن جلال الدین پتافی ہے"۔ [2]

شعرا سے تعلق

مولوی بہاؤالدین اپنے دور کے جن شعراء سے منسلک تھے، ان میں سے، پیر صاحب پاگارو، سید حزب اللہ شاہ مسکین، مولوی عبدالغفور ہمایونی "مفتون"، مرزا قلیچ بیگ اور سردار گل محمد زیب مشہور ہیں۔ پیر صاحب پاگارو سید حزب اللہ شاہ مسکین، شعراء کے بڑے قدردان تھے۔ ایک مرتبہ بہاؤالدین بہائی نے ان کے سامنے ایک غزل سنائی، جس سے خوش ہو کر سید جذب اللہ شاہ مسکین نے انہیں ایک ہاتھی انعام کے طور پر دیا۔

بہائی صاحب کے کلام میں معنوی خوبی اور اعلیٰ فکر کے اہم نکات شامل ہیں۔ جن میں پوری انسانیت کے اعلیٰ مقام اور عظمت کا خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ مولوی بہاؤالدین بہائی کو پیر پاگارو شاہ مردان شاہ صاحب نے ایک دستی پریس بنام "مطبع راشدیہ" لیکر دی تھی جو گاؤں سلطان گبول تعلقہ میرپور ماتھیلو میں قائم تھی۔ مولانا بہاؤالدین بہائی کے کتب کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱۔	بدر العروض	۲۔	تذکرہ القوافی
۳۔	یار حکم (مثنوی)	۴۔	خورد و خواب
۵۔	مثنوی	۶۔	دیوان نعتیہ
۷۔	دیوان بہائی	۸۔	تنبیہ نجدی
۹۔	سرمایہ اخلاق حسن	۱۰۔	ماشہیدان مرفی کی مشہور ترجیع بند نظم
۱۱۔	مناجات قافی حاجات	۱۲۔	کریما بہائی
۱۳۔	مدارس العلوم نگی در منظوم	۱۴۔	مجمع القوائد
۱۵۔	داستان عاشقانہ	۱۶۔	مراۃ الخیال
۱۷۔	جہل احادیث منظومہ وغیرہ	۱۸۔	تنبیہ الکاہلین

۱۹۔ بلال نامہ ۲۰۔ اونٹنی نامہ

۲۱۔ مجموعہ خطبات وغیرہ شامل ہیں۔

"مولانا بہاؤالدین بہائی کی زیادہ رغبت ریاست بہاولپور کے امراءو نواب اور وزراء سے تھی اس لیے اکثر کتب ریاست بہاولپور کے سرکاری کتب خانے سے چھپتے رہے"۔[3]

اولاد اور اس کا مقام

مولانا بہاؤالدین بہائی کو(٦) بیٹے تھے، جو اپنے والد کی محبت میں رہے اور اپنے وقت کے اچھے عالم دیندار بزرگ اور شاعر تھے، ان کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ مولوی محمد یوسف ۲۔ جلال الدین

۳۔ مولوی محمد بخش خیالی ۴۔ ماسٹر احمد دین صاحب

۵۔ مولوی محمد اعظم صاحب "سراجی" ۶۔ مولوی عبدالرحمٰن ضیائی صاحب

"ان کے چھ بیٹوں میں سے دو بیٹے مولوی محمد اعظم صاحب فارسی کا بڑا عالم اور شاعر ہے تخلص سراجی ہے۔ مولوی عبدالرحمن صاحب فارسی اور سندھی کے بہت بڑے شاعر ہیں تخلص ضیائی ہے. انکی علم عروض پر لکھی گئی کتاب "راویع العروض بدر العروض" بہت مشہور ہے"۔[4]

بزرگی اور علمی و عملی قابلیت

مولوی بہاؤالدین بہائی کامل بزرگ اور شریعت کے پابند تھے. علمی اور عملی قابلیت قابل تحسین ہے، ضلع گھوٹکی میں بہائی صاحب سے پہلے کہیں بھی اردو شاعری کے نمونے نہیں ملتے، لہٰذا بہائی صاحب کو اردو کا پہلا شاعر مانا جاتا ہے.

"مولانا بہاؤالدین بہائی جو اردو، سندھی اور فارسی اور کے اچھے شاعر تھے۔ انہیں "سعدی سندھ" کہا جاتا تھا۔ ان کا اکثر کلام نایاب ہے فارسی کی کچھ کتب آج بھی ایران میں پڑھائی جاتی ہیں"۔[5]

جہاں بہائی صاحب نے علم عروض، کریما بہائی، مرات الخیال، تنبیہ الکاہلین، مجموعہ خطبات جیسی شاہکار تصانیف دیں ہیں وہاں حضور صل اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت سے بھی غافل نہیں۔

"بہائی نے نعتیہ کلام بھی کہاہے، مجموعہ نعت، برات نجات خاکی بہت مشہور ہے"۔[6]

اعلی درجے کے شاعر

مولانا بہاؤالدین بہائی صرف تکبند شاعر نہ تھے بلکہ فنی اور فکری لحاظ سے بھی اعلیٰ درجے کے شاعر تھے۔ اپنے تخیل کے کمال سے ایسے پیکر تراشتے ہیں کہ جہاں دوسروں کا خیال پَر بھی نہ مار سکے۔ اُن کا ایک شعر ہے۔

بتوں کے رُخ سے دل دیکھا خدائی نور کو یارو
کیا معراج موسیٰ نے گیا جب طور کو یارو[7]

مندرجہ بالا شعر فنی حوالے سے بحر ''ہزج مثمن سالم'' میں لکھا گیا ہے جس کا وزن مفاعیلن، مفاعیلن، مفاعیلن مفاعیلن ہے، اور اندرونی قافیہ کا بھی بہترین استعمال کیا گیا ہے جس نے شعر کو کمال کا ترنم بخشا ہے، اور فکری حوالے سے بہائی صاحب نے حقیقت پانے کے لیے مجاز کی جو اہمیت بیان کی ہے وہ ان کے ہی تخیل کا کمال ہے، مجاز بھی خدا کا تخلیق کردہ امر ہے، جب تک انسان مجاز کی رسائی حاصل نہیں کر لیتا، تب تک حقیقت کو پالینا مشکل ہے۔ اس شعر میں موسیٰ اور خدا میں مخاطبت کا امر بھی طور پر آنے سے ہوتا ہے حالانکہ دیکھا جائے تو خدا ہر جگہ موجود ہے، اور ساتھ ساتھ میں موسیٰ کا طور پر خدا سے ملنا تلمیح بھی ہے۔ مگر طور کو یہ اہمیت دی گئی ہے کہ اُسی کے سبب موسیٰ اور خدا متکلم ہوتے ہیں۔ اسی طرح بت بھی ذریعہ ہیں خدا تک پہنچنے کا، اور پھر بت اور طور میں پتھر ہونے کی مماثلت بھی پائی جاتی ہے۔ مولانا بہائی صاحب اپنی غزل کے ایک مقطع میں فرماتے ہیں کہ:

بہائی نے مجازی سے حقیقت کا مزا پایا
خوش حالت میں میری، مشہور ہے جمہور کو یارو [8]

بہائی فرماتے ہیں کہ اس نے حقیقت سے مجاز کا مزا پایا ہے۔ کیونکہ اہل تصوف اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ مجاز حقیقت کی سیڑھی ہے، اور پھر ایسے کئی شعراء ہیں جنہوں نے مجاز کو حقیقت کی سیڑھی بنایا ہے۔ انہی باتوں کو بیان کرنے کے لیے ایک انگریزی شاعر نے بھی خوب کہا ہے کہ:

"I sought to hear the Voice of God,
And climbed the top most steeple,
But God declared: Go down again,
I dwell among the people." [9]

اس انگریزی نظم سے بھی اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ خدا نے بندے سے کہا کہ مجھے اتنی اونچائیوں میں ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنے بندوں میں رہتا ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ بندے خدا کا مظہر ہوتے ہیں، جب تک مجاز کو نہیں پا لیتے تب تک خدا (حقیقت) سے ملنا ناممکن ہے۔

اردو شاعری

مولانا بہاؤالدین بہائی صاحب کی اکثر شاعری فارسی میں ہے مگر اس نے اردو میں بھی شاعری کی ہے اردو میں ہمیں ایک ہی غزل ملتی ہے جس سے ہم ان کی تخلیقی صلاحیت کا اندازہ کر سکتے ہیں انکی فارسی شاعری کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خاص تصوف کے نکات اس میں بھی شامل ہیں اور اس ایک غزل کے وزن، تخیل اور لفظوں کی معنوی خوبی کو دیکھ کر، اور اس کے حقیقت اور مجاز کے نکات پڑھ کر اس بات کو واضح کیا جا سکتا ہے کہ وہ فنی، معنوی اور تخلیقی حوالے سے اردو کے اچھے شاعر ہیں۔

نمونۂ کلام

بتوں کے رخ سے دل دیکھا، خدائی نور کو یارو
کیا معراج موسیٰ نے گیا جب طور کو یارو

دکھانا، رخ بتوں کے رخ سے ہر دم پاکبازوں کو
یہ رمز رخ نمائی ہے، مری منظور کو یارو
مذاہب سب سے واقف ہوں، یقین دل میں
سمجھتا ہوں ہم اپنا مذہب عظیم سے دستور کو یارو

وہ اب رنگِ بلبل دیکھتا ہے گل کے چہرے میں
عجب پروانہ دیکھا، شمع میں سب نور کو یارو

کیا قطین ایدی ہن آ، قرآن میں میرے
مولا وضاحے دیکھے آسن قصص دستور میں یار

بہائی نے مجازی سے حقیقت کا مزا پایا،
خوش حالت میں میری مشہور ہے جمہور کو یارو[10]

خلاصہ بحث

مولانا بہاؤالدین بہائی نے ابتدائی تعلیم مدرسہ میں مولوی سید علی اکبر شاہ سے حاصل کی، وہیں سے عربی اور فارسی کی مکمل تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے اس مدرسے میں جو جامع مسجد بھی تھا وہاں درس و تدریس کے عمل میں مشغول رہے۔ اس کے بعد درس و تدریس کی خدمات کے سلسلے میں تعلقہ کندھ کوٹ کے گاؤں ہیبت شہید میں سید رمضان شاہ کے مدرسے سے منسلک رہے۔ اس کے بعد ضلع کے مختلف مدارس میں درس و تدریس کی خدمات دیتے رہے۔ مولانا بہاؤالدین بہائی کا درس و تدریس کا سلسلہ کافی طویل ہے مگر آخر میں وہ داد لغاری کے قریب اپنے گاؤں مولوی بہاؤالدین بہائی میں عمر کی آخری سانس تک درس و تدریس سرانجام دیتے رہے۔ وہ نامور پیر طریقت سے بیعت تھے، اچھے شاعر تھے، علمی و عملی میدان کے شہ سوار تھے۔ ان کی زندگی میں پڑھنے والوں کے لیے بہت سے اسباق ہیں۔

Refrences

[1] Dr. Allah Wasayo Soomro, *Khānkāh Bharchūndī Sharīf kī Adabī Tāreekh* (Daharki: Hafiz Milat Academy 2015 AD), 217.

[2] Mehrān Sawāneh Number *"PART-I"* (Jamshoro: Sindhi Adabī Board 1990), 128.

[3] Soomro, *Khānkāh Bharchūndī Sharīf kī Adabī Tāreekh*, 220.

[4] Mehrān Sawāneh Number 128-190.

[5] Soomro, *Khānkāh Bharchūndī Sharīf kī Adabī Tāreekh*, 222.

[6] Mehrān Sawāneh, 129-190.

[7] Mawlānā Bāhā-ul-Dīn Bahā'ī, *Khutba Bahā'ī* (Sukkur: Awami Printers 2004), 11.

[8] Bahā'ī, *Khutba Bahā'ī*, 12.

[9] Louis I Newman, *English Book II*" STB Jamshoro 2011), 1.

[10] Bahā'ī, *Khutba Bahā'ī*, 11-12.